سلسلہ مطبوعات (۶۱)

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

کی

ضرورت واہمیت

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحؒ

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

سلسلہ مطبوعات (٦١)

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

کی

ضرورت و اہمیت

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
کلمہ توحید	۶	عہد جاہلیت میں غلامی کی اقسام اور ان کا انسداد	۱۴
مادی اشیاء کی فطرت	۷	رسول اللہؐ کے مخالفین اور آپ کا ان سے	
انسان کی بلندی اور گراوٹ	۸	حسن سلوک	۱۷
روح کی تلاش حق کا سفر اور منزل مقصود	۹	اسوۂ حسنہ کی جامعیت اور اجتماعیت	۱۸
رسول اللہؐ کا اعلان حق اور اعلیٰ اخلاق	۱۰	یادگار دن	۱۹
انسانی معاشرہ کیلئے نبی کی ضرورت	۱۱	زندگی ایک کھلی کتاب	۲۰
نبی کیلئے عصمت کی ضرورت	۱۲	دور جاہلیت سے عہد جہانبانی تک	۲۱
قانون قدرت	۱۲	سرچشمہ ہدایت	۲۳

نام پمفلٹ	سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت و اہمیت
افکار و خیالات	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
ناشر	شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن
طبع	اگست 2005ء

حرف تعارف

زیر نظر تقاریر، حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر ارشاد فرمائیں۔ مولانا سیوہارویؒ، برعظیم پاک، ہند و بنگلہ دیش کی تحریک آزادی کے اس قافلہ کے رکن تھے جس نے اس خطہ کو انگریز سامراج سے آزادی دلانے میں قائدانہ کردار ادا کیا۔

وہ 1318 ہجری میں بجنور کے قصبہ سیوہارہ میں پیدا ہوئے، آپ کا اصل نام معزالدین تھا اور مستقبل نے ثابت کردیا کہ واقعی طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے دین حق کو عزت بخشی تھی۔ حفظ الرحمان آپ کا تاریخی نام تھا۔

زمانہ جوانی سے ہی جمیعۃ علماء، تحریک خلافت اور کانگریس میں آزادی وطن کے لئے سرگرم ہوگئے تھے اور 1929ء میں جب گاندھی جی نے نمک سازی کی صورت میں سول نافرمانی کی جنگ شروع کی تو حضرت موصوف جو اس وقت ڈابھیل میں تدریسی سرگرمیوں میں مصروف تھے، استعفیٰ دے کر اس میں شامل ہوگئے، اسی دوران 1930ء میں امروہہ میں جمیعۃ العلماء کا اجلاس ہوا۔ مولانا موصوف، اس وقت جمیعۃ کے اکابرین میں نہ تھے، مگر اپنے سیاسی ذہن اور جرأت و فعالیت کے سبب اپنے ہم عمروں میں بہت ممتاز تھے۔ انہوں نے اجلاس کی تاریخ سے کئی روز قبل کانگریس کی جنگ آزادی میں شرکت سے متعلق ایک قرارداد دفتر جمیعۃ کو ارسال کی نیز اخبارات کو بھی اسکا مسودہ بھیج دیا، اس وقت جمیعۃ کے اندر بھی اس مسئلہ پر کافی اختلاف رائے تھا، بظاہر قرارداد کی منظوری مشکل نظر آرہی تھی، چنانچہ جب اجلاس شروع ہوا تو صدر استقبالیہ، اور اجلاس کے منتخب صدر کے خطابات پیش ہوئے جن میں اس تجویز کے خلاف رہنمائی دی گئی تھی، لیکن جب اس قرارداد پر بحث شروع ہوئی تو چند تقاریر کے بعد جمیعۃ کے اس وقت کے مستقل صدر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور حضرت مولانا سید سلیمان ندوی نے بالترتیب قرارداد کے حق میں مدلل اور بصیرت افروز تقاریر کیں، ان کے بعد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے ایمانی جذبہ و جوش اور درد سے بھرپور تقریر کی جس میں تاریخی واقعات کے حوالہ سے واضح کیا کہ مسلمانوں کے دشمن نمبر ایک صرف اور صرف انگریز ہیں، اس لئے انگریزی اقتدار کے خلاف جو جنگ کسی کی طرف سے بھی شروع ہو، ہمیں بلاشرط اس میں

شریک ہوکر اسکو تقویت پہنچانا چاہیئے۔ بعد ازیں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنی ساحرانہ خطابت سے رہی سہی کسر پوری کردی، نتیجتاً قرارداد ایک دو حضرات کے اختلاف کے ساتھ بھاری اکثریت سے منظور ہوئی، یوں مولانا سیوہارویؒ کو سیاسی دنیا میں خاص اہمیت حاصل ہوگئی، پھر وہ 1942ء سے اپنی وفات (2 اگست 1962ء) تک جمعیۃ العلماء کے ناظم اعلیٰ کے طور پر برصغیر کی سیاست پر چھائے رہے۔ مولانا موصوف نے بھرپور سیاسی سرگرمیوں میں سے کچھ وقت نکال کر تصنیفی امور بھی انجام دیئے چنانچہ قرآنیات میں ''قصص القرآن'' معاشیات میں ''اسلام کا اقتصادی نظام'' اور مطالعہ سیرت میں ''بلاغ مبین''، ''سیرت رسول کریم'' اور اخلاقیات میں ''اخلاق اور فلسفہ اخلاق'' ان کی یادگار تصانیف ہیں۔ اور عصر حاضر میں فکر اسلامی کی بہترین ترجمان شمار ہوتی ہیں۔ زیر نظر تقاریر میں انہوں نے سیرت النبی کے انقلابی پہلو اجاگر کئے ہیں جو نہ صرف لائق مطالعہ ہیں بلکہ دعوت عمل ہیں۔

ذیل میں بطور نمونہ چند جملے ملاحظہ ہوں۔ ا۔ قدرت کا اعلان ہے کہ ساری چیزیں تیری خدمت گزار ہیں، وہ سب تیرے لئے ہیں، مگر تیری پیشانی صرف خدا کے لئے ہے، اسے جو بلندی دی گئی ہے، اس لئے نہیں کہ مخلوق کے سامنے جھکے، وہ اگر جھکے گی تو صرف خدا کے سامنے ہی جھکے گی، لا الہ الا اللہ کا یہی تصور ہے جو رسول کریم ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

۲۔ رسول اکرم ﷺ نے طائف میں تین باتیں پیش کی تھیں۔ (۱) ایک خدا کی پرستش (۲) بیواؤں اور یتیموں کی سرپرستی (۳) عفت وعصمت کی حفاظت

۳۔ رسول اکرم ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے، تین قسم کی غلامی کارفرما تھی، جن کا آپ نے خاتمہ کیا۔ (۱)۔ خرید وفروخت کی (۲) ذات ونسل کی (۳) اقتصادی زندگی کی

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے مذہب کی بنیاد خدا پرستی اور عقل وشعور کی افادیت پر رکھی، انسانوں کو انسان کی غلامی سے نکال کر خدا کی دی ہوئی صداقت ''کلام الٰہی'' کی روشنی میں آزادی بخشی۔

۵۔ اگر ہم اجتماعی زندگی اپنالیں تو عزت، ورنہ رسوائی ہے، اللہ کی رسی ایک ساتھ مل کر پکڑنے سے یہی مراد ہے کہ اجتماعی زندگی اپناؤ۔

چیئرمین شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

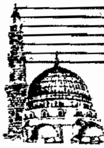

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت واہمیت

سیرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے یہ تقریر ۲۹ نومبر ۱۹۵۹ء کو نانپارہ ضلع بہرائچ میں ارشاد فرمائی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آج کے حالات میں وہ اسوۂ رسول کریمؐ کے مختلف پہلوؤں کو کس طرح پیش فرمایا کرتے تھے۔

صدر محترم!

بزرگو اور دوستو! سیرت پاک کے اس مقدس اجتماع میں آپ نے مجھے دوبارہ موقع دیا ہے۔ دو سال پہلے بھی میں آپ کی خدمت میں آچکا ہوں۔ شاید آپ کو یاد ہو۔ میں نے کہا تھا کہ سیرت پاک بیان کرنے کے دو طریقے ہیں، عقلی اور ایمانی۔ ذکر پاک سے نور ایمانی کو رونق بخشنے کا مقصد ایک بابرکت مقصد ہے۔ لیکن جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ آپ نے اس اجتماع کو مسجد میں نہیں بلکہ میدان میں کیا ہے۔ جسے منڈی کی اس سڑک پر آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے ہر شخص کو دعوت عام دی ہوگی۔ اس میں مسلمان بھی ہوں گے اور غیر مسلم بھی! سوال یہ ہے کہ اگر میں صرف رسول پاک کی عقیدت کا ذکر کروں تو غیر مسلم کیا فائدہ حاصل کرسکیں گے۔ ضرورت ہے کہ حسن عقیدت کے ذریعے سے نہیں بلکہ عقلی حیثیت سے سیرت پاک کو پیش کروں۔ عقل کے ذریعے دنیا کو سمجھاؤں تاکہ تمام دنیا کیلئے یکساں فائدہ بخش ہو۔

رسول اکرمؐ نے جس کتاب الٰہی کو دنیا کے سامنے پیش کیا اس کے صفحہ اول کا پہلا جملہ

الحمدللہ رب العالمین پکار کر آواز دیتا ہے کہ اے دنیا کے لوگو! سب تعریفیں اس خدا کیلئے ہیں جو تمام عالم کا رب ہے۔ وہ تنہا مسلمانوں یا کسی قوم کا رب نہیں بلکہ اس کی ربوبیت ہمہ گیر و غیر محدود ہے۔ اس کے دائرہ ربوبیت سے کوئی باہر نہیں ہے۔ اس کتاب الٰہی کا یہ بھی اعلان ہے۔ کہ رسول پاکؐ کی ذات رحمت للعالمین ہے۔ اس کی رحمت کا دائرہ بھی تمام عالم انسانیت کو محیط ہے۔

اس بناء پر مجھے کہنے کا موقع دیجئے کہ اس انداز سے رسول پاکؐ کی سیرتِ مبارک کو پیش کروں تا کہ غیر مسلم بھی رحمت عالم کی سچائی کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکیں۔

رسول کریمؐ نے دنیا کے اندر جو انقلاب پیدا کیا اسے نماز اور روزے ہی میں مخصوص کر کے نہیں چھوڑ دیا بلکہ حیات انسانی اور دنیاوی زندگی کے جتنے بھی شعبے ہیں سبھی میں انقلاب برپا کیا۔ معاشی اور اقتصادی، مذہبی اور سیاسی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے۔ جس میں غیر معمولی انقلاب پیدا نہ کیا ہو۔

کلمہ توحید کی حقیقت: رسول کریم ﷺ نے دنیا کے سامنے اعلان کیا۔ ''لا الہ الا اللہ'' خدا کے سواء کوئی قابل پرستش نہیں۔ اس اعلان کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ساری دنیا خدا کو ایک ہی مانتی ہے۔ وہ چاہے جس نام سے پکارے، نام مختلف ہیں۔ ذات واحد ہے میرا تو دعویٰ ہے کہ خدا کو ماننے میں صرف مذہب والے ہی نہیں بلکہ منکر خدا بھی خدا کو مانتے ہیں۔ اس بناء پر کہ آپ دیکھیں جب کوئی کہتا ہے کہ ''خدا کوئی چیز نہیں ہے۔'' کہنے پر اس کے دل میں کھٹک ضرور پیدا ہوتی ہے۔

ایک دیوار کو دیکھ کر جب یہ کہتا ہے کہ دیوار اندھی ہے اور دوسرا برخلاف اس کے کہتا ہے کہ اندھی نہیں ہے۔ پہلا ایک حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ لیکن دوسرا جب ایک بے حقیقت بات پیش کرتا ہے تو اس کے دل میں کھٹک کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ اسی

طرح جب کوئی کہتا ہے کہ میں کسی طاقت کو نہیں مانتا تو اس کے دل پر ضرور چوٹ لگتی ہے۔

اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

تو دل میں آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کلمے کو پیش کر کے انقلاب عظیم رونما کیا اور کلمہ صرف مسلمانوں کا کلمہ نہیں بلکہ دنیائے انسانیت کیلئے ایک پیغام حیات ہے۔ سارے عالم کو توجہ دلائی کہ اس کلمہ کا تعلق صرف اس بات سے نہیں کہ اسلام یا ایک مذہب یہ کہتا ہے بلکہ یہ بتقاضائے فطرت انسانی اس خدا کی طرف سے پیش ہونے والا کلمہ ہے، جس خدا کا قانون قدرت دنیا میں مکمل طور پر کارفرما ہے۔ سب اس کے قانون قدرت سے بندھے ہوئے ہیں۔ مادی اور روحانی دونوں زندگی میں اس کی کارفرمائی ہے۔ دنیا دیکھ سکتی ہے کہ ہر ایک مادی چیز کی فطرت بلندی سے پستی کی طرف مائل ہے۔

مادی اشیاء کی فطرت: ڈھیلا، مٹی، پتھر، اینٹ جن کا تعلق مادیات سے ہے کسی بھی قوت کا سہارا لیے بغیر ایک لمحے کیلئے بھی بلندی حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ میں صرف ایک ٹھیکر کو اوپر اچھالتا ہوں لیکن وہ اوپر جا کر فوراً نیچے واپس آ جائے گی۔ درخت سے لگا ہوا ناریل شاخ سے جب ٹوٹتا ہے تو اسے نیچے ہی آنا پڑتا ہے۔ اوپر نہیں جاتا۔ جس کے بارے میں ساتویں آٹھویں کلاس کا ایک بچہ تک یہی کہے گا کہ زمین کی کشش کے سبب ایسا ہوتا ہے لیکن اس جواب سے خدا کے ماننے والے کو اطمینان نہیں ہوتا۔ یہ امر جب کہ مسلمہ ہے جس کی تصدیق سائنس بھی کرتی ہے کہ لاکھوں سیارے بے شمار سورج اور چاند جو کہ خلاء میں موجود ہیں۔ ان میں کافی کشش ہے۔ پھر یہ چیزیں اوپر کیوں نہیں جاتیں۔ اس کا جواب سائنس کے پاس نہیں ہے۔ بلکہ مذہب جواب دیتا ہے کہ اے انسان دل کی آنکھ سے دیکھ! بلندی صرف خدائے واحد کو حاصل

ہے۔حیوانات، جمادات اور نباتات کی ہر شے کا مشاہدہ کر یہ درخت جس کے پتے پھول اور پھل بلندی پر نظر آتے ہیں۔ان سب کی زندگی کا دارومدار صرف اسی جڑ پر ہے جو نیچے ہے۔ہر پرندے کی جھکی ہوئی خوبصورت چونچ ظاہر کرتی ہے کہ درحقیقت میری فطرت پستی کی طرف مائل ہے۔ اے انسان! تو اپنے نفس کو ٹٹول! دیکھ تیرے ہاتھ بھی تو پستی کی طرف جھکے ہوئے ہیں کہ جن کے ذریعے تو اپنی قوت کا مظاہرہ کرتا ہے تو اپنے قلب کو بلندی سے پستی کی طرف لٹکتا ہوا پائے گا جس کی حرکت پر تیری زندگی کا وجود ہے۔دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو بلندی سے پستی کی طرف مائل نہ ہو۔اس لیے کہ یہ ہر ایک کی فطرت ہے اور کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس میں اپنی فطرت کی خلاف ورزی کرنے کی صلاحیت ہو۔

انسان کی بلندی اور گراوٹ: قدرت نے جو انسان کی پیشانی کو بلند بنایا ہے۔اس میں ایک مصلحت ہے۔جب آپ انانیت کے جذبے میں آتے ہیں تو کہہ اُٹھتے ہیں کہ شہنشاہوں کے سامنے بھی میری پیشانی نہیں جھکتی۔قدرت کا اعلان ہے کہ ساری چیزیں تیری خدمت گزار ہیں وہ سب تیرے لیے ہیں۔مگر تیری پیشانی صرف خدا کیلئے ہے۔اسے جو بلندی دی گئی ہے۔اس لیے نہیں کہ مخلوق کے سامنے جھکے وہ اگر جھکے گی تو صرف خدا کے سامنے ہی جھکے گی۔لا الہ الا اللہ کا یہی وہ تصور ہے جو رسول اکرم ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

ہر شخص مانتا ہے کہ چھوٹا ہی بڑے کے سامنے جھکتا ہے۔بڑا چھوٹے کے سامنے نہیں جھکتا لیکن انسان مخلوق میں سب سے بڑا ہونے کے باوجود درخت، پتھر، چاند، سورج اور نہ جانے کتنے باطل اور خود ساختہ معبودوں کے سامنے جھکتا ہے۔اے انسان تو کس قدر گراوٹ پر اتر آیا ہے۔قدرت کہتی ہے کہ ساری کائنات تیری مٹھی میں ہے تو سائنس کی مدد سے خلا میں چاند میں اور دوسرے سیاروں میں پہنچ سکتا ہے بلکہ سورج پر بھی فتح حاصل کر سکتا ہے۔

میں نے تیرے ہاتھ میں مخلوق کو مسخر کر رکھا ہے لیکن تو میرے سامنے سجدہ ریز نہیں ہوتا؟

رسول اکرمؐ کی بعثت سے قبل عرب کے لوگ خدا کو مانتے تھے۔لیکن ان کا کہنا تھا کہ جنگ کی دیوی، صلح کا دیوتا، بارش کی دیوی اور رزق کا دیوتا الگ الگ ہے۔ یہ سب مل کر ایک خدا کی قوت بنتے ہیں اور ساری چیزیں اس کی قدرت میں مسخر ہیں۔وہ ہمہ گیر قوت اور طاقت کا مالک ہے۔ بالآخر رسول اکرمؐ نے دنیا کے سامنے جو نقطۂ نظر پیش کیا وہ دنیا کو ماننا پڑا۔

روح کی تلاش حق کا سفر اور منزل مقصود: روح اس بات کی خواہش مند ہوئی کہ میرے جسم کو تو غذا اور پھلوں سے طاقت دی جاتی ہے لیکن میں بھی ہوں مجھے معرفت کی غذا چاہئے۔ اس نے آنکھ پھاڑ کر دیکھا کہ متمدن ممالک میں ہندوستان، ایران اور رومۃ الکبریٰ کا طوطی بول رہا ہے۔ان میں دانش ہے۔اپنی غذا کی تلاش انہیں میں چل کر کرنی چاہیئے۔اس روح نے ہندوستان پہنچ کر اپنی غذا طلب کی۔ ہندوستان نے کہا کہ مختلف دیوی، دیوتاؤں کی پوجا کیئے بغیر نہ تو ایک خدا کی عبادت کر سکتی ہے اور نہ اس کی معرفت کی غذا حاصل کر سکتی ہے۔روح نے منہ پھیر لیا اور کہا کہ جب ایک غلام دو مالک کا بیک وقت فرمانبردار نہیں بن سکتا تو میں ان سینکڑوں کی وفادار کیسے بن سکتی ہوں۔وہ رومۃ الکبریٰ گئی۔ پاپائے روم نے کہا کہ اے روح تو اپنے صحیح مقصد تک پہنچی ہے۔لیکن یاد رکھ پہلے تجھے باپ بیٹے اور روح القدس ان تینوں پر ایمان لانا ہوگا پھر انہیں میں تجھے خدا اور اس کی معرفت کی غذا ملے گی۔ روح نے انکار کیا اور کہا کہ ایک تین نہیں ہوسکتا۔وہ ایران گئی۔فیثا غورث کے شاگرد زرتشت نے کہا کہ اے روح یاد رکھ یہاں خدا کی دو طاقتیں ہیں۔نیکی کا خدا یزدان اور بدی کا خدا اہرمن ہے۔ان کے بغیر تجھے خدا کی معرفت کی غذا نہیں مل سکتی۔روح کو یہاں سے بھی ناامید ہونا پڑا۔اس نے سوچا کہ جب دنیا کے متمدن ممالک میں جہاں عقل و دانش کے چراغ جل رہے ہیں۔وہاں ہم کو اپنی غذا نہیں مل سکتی اور کہاں ملے گی۔ ایک پہاڑ کی بلند چوٹی پر گئی اور طے کیا کہ گر کر مر جانا چاہیئے۔گرنا ہی چاہتی تھی کہ ایک کمبل پوش نے جھلستے ہوئے ریت کے تودوں سے نکل کر ایک تپتی ہوئی پہاڑ کی چٹان سے پکار کر کہا اے روح

خودکشی نہ کر آ تیری غذا میرے پاس ہے۔ میری بات سن! روح نے کہا۔ متمدن ممالک سے تو خدا کی معرفت کی غذا نہیں ملی یہاں کہاں ملے گی؟۔ کملی والے نے کہا۔ **قل ھو اللہ احد . اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احدo**۔ ہندوستان کی دیوی دیوتاؤں کا محتاج میرا خدا نہیں ہے۔ کیونکہ ھو اللہ احد اللہ وہ اکیلا ہے۔ رومۃ الکبریٰ کے باپ بیٹا اور روح القدس کی تثلیث توحید کے منافی ہے۔ اس لیے کہ **لم یلد ولم یولد**. نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ ایران کے زرتشت نے بھی یزدان اور اہرمن دو متضاد صفات کے حامل اور برابر کی طاقت رکھنے والی خداؤں کی تھیوری غلط پیش کی۔ **ولم یکن لہ کفواً احد**. میرے خدائے واحد کی طاقت کے برابر کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ یہ نہ دیکھ کہ کہاں کا رہنے والا کہہ رہا۔ یہ دیکھ کہ کیا کہہ رہا ہے۔ روح نے اس کملی والے کی بات کو سنتے ہی اطمینان کا سانس لیا اور پکار اٹھی کہ بے شک میری غذا تیرے ہی پاس ہے۔

قدرت نے اس ریگستانی پہاڑی اور غیر متمدن ملک میں رسول اکرمؐ کو اس لے بھیجا تا کہ دنیا یہ نہ کہہ سکے کہ عقل و دانش کے چراغوں سے علم کی روشنی حاصل کر کے ضابطہ حیات انسانی پیش کیا ہے۔ خدا کو بیچ میں ڈال کر اعلان نبوت جو کیا ہے، فرضی ہے۔ ساری دنیا متحیر ہے اور جانتی ہے کہ یہ وہی ہستی ہے جس نے کسی کے سامنے زانوے ادب تہ نہیں کیا۔ لیکن پھر بھی دنیا میں انقلاب عظیم برپا کر دیا۔

رسول اللہ کا اعلان حق اور اعلیٰ اخلاق: رسولؐ اکرم نے عرب کی جاہل اور اجڈ قوم میں جب یہ اعلان کیا تھا کہ "ساری مخلوق صرف ایک کی ہے تو قوم نے زبردست بغاوت کا مظاہرہ کیا سارا عرب دشمن بن گیا۔ بہ بقول کارلائل کے کہ" جب تک اعلان نبوت نہیں کیا تھا سب دوست تھے اور اعلان نبوت پر سب دشمن ہو گئے۔ رسول اکرمؐ نے طائف کے میدان میں تین باتیں پیش کی تھیں۔

۱۔ایک خدا کی پرستش

۲۔بیواؤں اور یتیموں کی سرپرستی

۳۔اور عفت وعصمت کی حفاظت

لیکن طائف والوں نے زخمی کیا شکاری کتے پیچھے لگادیئے۔گالیاں سنائیں پتھروں کی بارش کی۔مگر زبان مبارک سے احداحد کی صدائیں بلند ہورہی ہیں۔مورخ کہتا ہے کہ پتھراؤ کے سبب جب آپ بیٹھ گئے تو حضرت زیدؓ بن حارثہ پروردہ آغوش رحمت وپرانہ شمع رسالت اس حالت کودیکھ کر بےقرار ہوگئے اور کہا کہ آپ ان کوجہنم سے جنت میں لاناچاہتے ہیں اور وہ آپ پر ایسا ظلم ڈھاتے ہیں۔بددعا کیجئے کہ یہ سب برباد ہوجائیں۔ایک پادری کا کہنا ہے کہ چہرہ بدل گیا اور فرمایا اے زید تو نے کیا کہا کہ یہ لوگ مارتے ہیں تو میں بددعادوں مجھے تو اللہ نے رحمت عالم بنا کر بھیجا ہے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔''اے میرے پروردگار''میری قوم کوہدایت دے یہ مجھے نہیں جانتے اور پہچانتے۔اے میرے خدا! توان کوسمجھا اوران کو ہلاکت میں نہ ڈال،ممکن ہے کہ ان میں یاان کی اولاد میں کوئی سعید روح پیدا ہو جو تیرا کلام سنے اور قبول کرے میرے مولا! تیرے ہی پاک چہرہ میں پناہ لیناچاہتا ہوں اگر تو میرے ساتھ ہے تو مجھے کچھ خطرہ نہیں''۔

انسانی معاشرے کے لیے نبی کی ضرورت: دنیا کہتی تھی کیا رسول کیا پیغمبر ہماری عقل کافی ہے ہم رات دن روشنی اور تاریکی کی پہچان خود کرسکتے ہیں تو نبی کی ضرورت نہیں۔

فطرت کی طرف سے جواب ملا کہ عقل ودانش مجبور کرے تب تو ماننا ہی ہوگا۔آنکھ میں روشنی موجود ہے لیکن بلب گل کردیئے جائیں تو آنکھ کی روشنی جواب دے دے گی۔انتہائی تاریکی میں جب ایک ہاتھ کو دوسرا ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔اگر کوئی کہے کہ آنکھ تو موجود ہے کیوں سجھائی نہیں دیتا؟۔اس کا جواب یہی تو ہوگا کہ قانون قدرت کا یہی اصول ہے کہ روشنی ہی سے آنکھ کو روشنی حاصل ہوتی ہے۔میں کہتا ہوں کہ مادی زندگی کیلئے جب یہ اصول ہے تو کیا روحانی زندگی کیلئے باہر

کی روشنی کی ضرورت نہیں؟۔ ماننا ہوگا کہ نبی کی روشنی کے بغیر یہ زندگی نہیں بن سکتی اور نہ ہی خدا کی سچی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔

انسان کا عجیب عالم ہے۔ گراوٹ پر آ جائے تو دنیا کی ہر چیز کو سجدہ کرنے لگے اور انانیت پر آ جائے تو ''انا ربکم الاعلیٰ'' کا دعویٰ کرنے لگے لیکن رسول پاک نے جو دعوت پیش کی اور جو انقلاب رونما کیا وہ انقلاب انسان کو اس کے صحیح مقام پر پہنچانا تھا۔ تعلیم دی کہ اے انسان نہ اتنا گھٹ کہ ہر چیز کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے اور نہ اتنا بڑھ کر خدا بن جائے۔ اے انسان تو ساری دنیا کا سردار اور تیرا سردار ساری دنیا کا خالق ہے۔ محمدؐ خدا کے پیغمبر اور بندے ہیں۔ یاد رکھ یہ نہ کہنا کہ رسول کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی نہ کہنا کہ رسول خدا کا بیٹا ہے۔

نبی کے لئے عصمت کی ضرورت: نبی اور رسول کیلئے معصوم ہونا ضروری ہے اس لیے کہ جب دو متضاد چیزیں ہوتی ہیں تو ان میں درمیانی ربط پیدا کرنے والی تیسری چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہڈی اور گوشت دو متضاد چیزیں ہیں ان کے تعلق کو پٹھے اور رگوں کے بغیر قائم نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح روحانی قانون قدرت بھی یہ ہے کہ ایک طرف خدا کی ذات ہے اور دوسری طرف انسان، درمیانی رشتہ کو قائم کرنے کیلئے کسی واسطے کی ضرورت ہے۔ اس کی سبیل یہ ہے کہ ایک انسان تمہاری طرح کا جو کہ تمہارے ساتھ کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا ہو جس سے کہ تم مانوس ہو لیکن معصوم ہونے کی حیثیت سے امتیازی شان بھی رکھتا ہو وہی اس ربط کو قائم رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کی معصوم ہستی خدا اور انسان کے درمیان رشتہ قائم کرنے والی ایک مضبوط کڑی ہے جسے ہم رسول، نبی یا پیغمبر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ دنیا قانون قدرت کی اس بات کو تسلیم کئے بغیر خدا سے کوئی رشتہ قائم نہیں کر سکتی۔

قانون قدرت: دنیا کی کوئی چیز تین حالتوں سے خالی نہیں ہے۔

۱۔آغاز ۲۔بتدریج ترقی کرنا ۳۔درجہ کمال

بچہ پیدا ہوتا ہے یہ اس کا آغاز ہے۔ پرورش پاتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے یہ اس کے بتدریج ترقی کرنے کی حالت ہے۔ بچپنے میں اس کے لباس چھوٹے بنتے ہیں۔ اس کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ لباس بھی بتدریج بڑے بنتے رہتے ہیں۔ جب جوانی پر پہنچتا ہے تو باپ کہتا ہے کہ اب تو صاحبزادے کے جسم پر میرے کپڑے بالکل ٹھیک ہوتے ہیں۔ درجہ کمال تک پہنچنے کے بعد اس کا بڑھنا رک جاتا ہے ایسا نہیں ہوتا کہ بڑھتا ہی رہے۔ اس لیے کہ یہی قانون قدرت ہے۔ تاریکی کو دور کرنے کیلئے چراغ وجود میں آیا پھر شمع کافوری اور موم بتیاں ایجاد ہوئیں۔ گیس آئی آخر میں بجلی نے آکر اپنی روشنی کا ایسا سکہ جمایا کہ کوئی نہ ٹھہر سکا ستارے چمکتے ہیں۔ ہلال چاند کی پہلی رات کو نمودار ہوکر بتدریج ترقی کرتے کرتے چودھویں کی شب میں بدر کامل بن کر تمام عالم کو روشن کر دیتا ہے مگر دنیا کہتی ہے کہ ابھی رات ہے ان میں سے کسی نے رات کو ختم کر دینے والا انقلاب پیدا نہیں کیا۔ لیکن سورج کے نکلتے ہی دنیا بول اُٹھتی ہے۔ انقلاب ہو گیا۔ دن نکل آیا ہے۔ یہ تو مادی دنیا کا انقلاب ہے۔ لیکن یاد رہے کہ روحانیت میں بھی یہی قانون قدرت کا فرما ہے۔ انسانوں کی رہنمائی کیلئے آدم کا دیا جگمگایا نوح کی شمع کافوری روشن ہوئی۔ ابراہیمؑ، موسیٰؑ، بتدریج ترقی کرتے کرتے بدر کامل بن کر چمکے۔ لیکن انسان کہتا رہا ابھی تو رات ہے یہ کب ختم ہوگی۔ روحانیت کا آفتاب کب نمودار ہوگا۔ قدرت آواز دیتی ہے۔ دیکھ ذات محمدیؐ عالم وجود میں آ گئی۔ آفتاب رسالت نکل آیا۔ انقلاب رونما ہو گیا۔ اب نہ کہنا کہ رات ہے۔ اس آفتاب رسالت کے بعد اب کوئی ماہتاب یا آفتاب نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ یہی قانون قدرت ہے۔ لیکن یاد رکھ کہ آفتاب عالم تاب کی تمازت سے بچنے کیلئے مئی جون کے مہینوں میں گھر میں چھپ کر بیٹھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

لیکن آفتاب رسالت کو ہم نے سراج منیر بنایا ہے۔ یہ آفتاب نور ہے۔ آفتاب

نارنہیں! اس میں کوئی ایسی تمازت نہ ہوگی کہ جس سے تجھے بچنے کی ضرورت ہو۔ اس سے جتنا بھی کسب نور کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔

عہد جاہلیت میں غلامی کی اقسام اور ان کا انسداد: رسول اکرمؐ جب دنیا میں تشریف لائے۔ تین قسم کی غلامی کارفرما تھی۔

۱۔ خرید وفروخت کی ۲۔ ذات ونسل کی ۳۔ اور اقتصادی زندگی کی۔

آپؐ نے ہندوستان، روما الکبریٰ اور ایران کو دیکھا اعلان کیا کہ کوئی غلام نہیں ہے۔ آقا سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے۔ غلاموں کو برابری کے درجہ پر لانے کے لئے ہدایت کی کہ جو تم کھاؤ ان کو کھلاؤ۔ جو تم پیو وہ انہیں بھی پلاؤ۔ جو تم پہنو وہ انہیں بھی پہناؤ۔ غلامی کو ختم کرنے کیلئے یہ طریقہ ایجاد کیا کہ جب کوئی گناہ سرزد ہو تو غلام آزاد کرو۔

دوسری قسم کی غلامی ذات نسل کے لحاظ سے تھی۔ جیسے اونچ اور نیچ کے نام سے ہم اور آپ ہندوستان میں دیکھ رہے ہیں۔ پیشہ ور نسلی طور پر ذلیل سمجھے جاتے، وہ چاہے جیسا نیک کام کریں، مگر اونچے خاندان میں جو پیدا ہوا ہے حالانکہ بدکاری بھی کرتا ہے لیکن اونچا ہے۔ مگر رسول اکرمؐ نے کہا کوئی اونچ نیچ نسلی اعتبار سے نہیں ہے۔ برادریاں صرف جان پہچان کیلئے ہیں۔ یہ امتیاز گھمنڈ کا اظہار کرنے کیلئے نہیں ہے۔ اللہ کے نزدیک وہی بندہ اونچا ہے جو پاک باز ہے۔ وہ چاہے جس نسل اور خاندان سے ہو۔ چودہ برس گزر گئے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ریفارمرز اس اونچ نیچ کو ختم کرنے کیلئے قانون بناتے ہیں۔

گویا اتنے عرصہ کے بعد آج دنیا کو ماننا پڑ رہا ہے کہ رسول اکرمؐ نے اونچ نیچ کے بارے میں جو بات پیش کی تھی وہ صحیح تھی۔ یورپ میں چرچ کے اندر انجیل کی تعلیم اگر کوئی کالا حاصل کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا ہے۔ لیکن مسلمان ہوکر اگر کوئی بھی مسجد کی اگلی صف میں آکر بیٹھ جاتا ہے تو کسی سید کی بھی یہ مجال نہیں کہ اسے وہاں سے اُٹھا سکے۔ آج اس امتیاز کو دور کرنے کیلئے

پارلیمنٹ میں کوئی قانون بنتا ہے تو میں کہوں گا کہ ماننا ہوگا۔ رسول اکرمؐ کو جنہوں نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ اے لوگوں گواہ رہو کہ ساری دنیا کے انسان بھائی بھائی ہیں۔ یہ درس ہمارے رسول نے دیا۔ دنیا میں انقلاب پیدا کیا اور غلامی کی نسل سے چھٹکارا دیا۔ ہر میدان میں ہر دولت مند کو غریب آدمی کے مارڈالنے کا حق تھا۔ رسول اکرمؐ نے قیصر روم ہرکلیوس (ہرقل اعظم) کو خط لکھا کہ سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت قبول کرلے۔ اے بادشاہ اسلام قبول کر لے تو محفوظ رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دگنا اجر دے گا ورنہ تیری رعایا کا گناہ بھی تیرے ذمے پڑے گا۔ اسی طرح ملک شام میں منذر بن حارث غانی، ایران کے بادشاہ خسرو پرویز، مصر کے والی مقوقس، حبش کے نجاشی اور فرماں روائے بحرین منذر بن سادی، الغرض بیشمار ممالک کے بادشاہوں تک اپنے خطوط بھیجے اور جہاں تک پیغام رسانی کا تعلق تھا اپنا فرض یوں انجام دیا تا کہ دنیا پیغام الٰہی سے آگاہ ہوکر اونچ نیچ اور طبقاتی جنگ کو ختم کردے۔

عورتوں کی جو حالت تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ''کارلائل'' کا کہنا ہے کہ بعثت کے قریب پادریوں میں بحث تھی کہ عورت انسان ہے کہ نہیں؟۔ کئی دن کی بحث کے بعد انسان تو مانا لیکن یہ فیصلہ کیا کہ یہ مردوں کا کھلونا ہے۔ ایران میں زرتشت کی تعلیم ختم ہوچکی تھی جب آپ کی بعثت ہوئی تو وہاں عورت نہ کسی کی ماں تھی نہ کسی کی بیٹی، صرف عورت مانی جاتی تھی گویا کوئی امتیاز نہیں تھا۔ عورت کی عرب میں کوئی عزت نہ تھی۔ لڑکی پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردی جاتی تھی۔ ہندوستان میں عورتوں کو اپنے مردہ شوہر کے ساتھ خواہ دو دن کی بیاہی کیوں نہ ہوتی ہو، جانا پڑتا تھا۔ عورت کی جگہ جگہ ذلت تھی۔ لیکن رسول اکرمؐ نے وراثت میں سب کو شریک کیا، مرد کا دوہرا اور عورت کا اکہرا حصہ اس لیے رکھا کہ باپ لڑکے کو پڑھاتا لکھاتا ہے تاکہ وہ خوشگوار زندگی گزار سکے اور میری خدمت بھی کرسکے کوئی باپ بیٹے کو مصیبت میں مبتلا ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ بیٹا باپ کی قوت بازو ہوتا ہے۔

لڑکا اپنی، اپنے والدین اور اپنے بیوی بچوں کی کفالت کرتا ہے اس لیے اس کا دوہرا حصہ رکھا اور لڑکی صرف اپنی ہی کفیل ہے اور شادی کر کے دوسرے کی کفالت میں جا سکتی ہے اس لیے از روے انصاف اس کا اکہرا حصہ رکھا عورت اور مرد میں منصفانہ حقوق قائم کرنے کے ساتھ رسول اکرمؐ نے ہدایت فرمائی کہ عورت گھر کی زینت ہے، وہ ضرورت پر پردہ حیا کے ساتھ باہر بھی نکل سکتی ہے لیکن کلب کی رونق نہیں بن سکتی۔ اسی کا نام اعتدال کی راہ اور صراط مستقیم ہے۔ پہلے بیوہ کو نکاح کی اجازت نہ تھی۔ مرد کو دس گیارہ شادیاں کرنے کا حق ہوتا تھا۔ رسول پاک نے فرمایا فطرت انسانی کے بالکل خلاف ہے کہ مرد تو عورت کے مرنے پر شادی کرے اور عورت مرد کے مرنے پر نہ کر سکے۔ ہر مرتبہ بیوہ ہو جانے پر عورت کو نکاح کرنے کا حق ہے اور مرد بیک وقت اگر انصاف قائم نہیں رکھ سکتا تو چار کا حق رکھتے ہوئے بھی ایک سے زائد شادی نہیں کر سکتا۔ طلاق کے مسئلے میں رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ اگر آپس میں جھگڑا ہو جائے تو درگذر سے کام لو، طے نہ ہونے پر عزیز داروں کے فیصلہ کو تسلیم کرو۔ اگر پھر بھی مسئلہ حل ہوتے نظر نہ آئے تو طلاق دے دو، مگر جو کچھ دے چکے ہو واپس نہ لو۔ بشرطیکہ وہ خوشی سے واپس نہ کر دے۔

دنیا نے طلاق کا مذاق اڑایا۔ لیکن سترہویں صدی میں یورپ نے وراثت اور اٹھارویں صدی میں طلاق کو قانونی حیثیت دے کر رسول اکرمؐ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ آج بیسویں صدی میں ہندوستان بھی ''ہندو کوڈ بل'' پیش کر کے وراثت اور طلاق کو تسلیم کر چکا ہے۔ رسول اکرمؐ کے چودہ برس کا پہلے کا دیا ہوا درس آج دنیا کو دہرانا پڑ رہا ہے۔ درحقیقت رسول اکرمؐ نے منصفانہ انقلاب پیدا کیا۔ دنیا رفتہ رفتہ آپ ہی کے بتائے ہوئے راستے پر آ رہی ہے۔

چاروں طرف بڑی بڑی حکومتیں ہیں، سرمایہ دار اور غریب دو طبقوں میں تقسیم ہے، سرمایہ دار عیش کر رہا ہے اور غریب نان شبینہ کو محتاج ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا اے سرمایہ دار تجھے اپنی رقم کا

چالیسواں اور کاشت کا دسواں حصہ غریب کو بلا کسی جھجک کے دینا پڑے گا اگر کوئی غریب نہیں ملتا تو خلیفہ کے پاس جمع کر دینا ہوگا تا کہ غریب بھی جیتا رہے اور وراثت کے ذریعہ دولت قائم نہ رہ کر تقسیم ہوتی رہے۔ رسول اکرمؐ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ پریشان حال کو قرض اگر دو تو احسان کر کے نہ دو، اس کی بے کسی سے فائدہ نہ اُٹھاؤ۔ جو سود کھاتا ہے وہ خدا کو چیلنج کرتا ہے۔ جوے کو بھی حرام قرار دیا۔ جس کے نتائج سے دنیا واقف ہے۔

رسول اللہ کے مخالفین اور آپ کا ان سے حسن سلوک: رسول اکرمؐ کو اپنا محبوب شہر مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر جانا پڑا وہاں پہنچ کر تین قسم کے مخالفین کا مقابلہ کرنا پڑا۔

۱۔ یہود ۲۔ قریش ۳۔ مشترکہ فتنہ و فساد، ظلم و بے انصافی

بدامنی اور بدی کو مٹانے کے لئے متعدد جنگیں لڑنی پڑیں ایک بار ایسی شرطوں پر بھی معاہدہ صلح کر لیا جو کھلے طور پر کمزوری کے مترادف تھیں۔ مگر آپ کے ہم وطن ان شرطوں پر بھی قائم نہ رہے اور صلح کے برخلاف رسول اکرمؐ کی پناہ میں آئے ہوئے لوگوں کو قتل کر دیا گیا۔ خدا کے پیغمبر کو ان کے خلاف اقدام کرنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔ دس ہزار کی فوج کے ساتھ مکہ پر چڑھائی ہوتی ہے۔ ابوسفیان نے صلح کرنی چاہی، آپ نے فرمایا: ''اگر ایک ایک مسلمان کو قتل کر دیتے پھر بھی شاید انتقام نہ لیتا لیکن محمدؐ نے جن کو پناہ دی ان کو قتل کر دیا اسے برداشت نہیں کر سکتے۔''

حضرت سعد بن عبادہ انصار کی فوج کے علمبردار تھے۔ ابوسفیان کو دیکھ کر کہا کہ ''آج گھمسان کا دن ہے، حق و باطل کا فیصلہ ہوگا آج کعبہ حلال کر دیا جائیگا ابوسفیان نے رسول اکرم ﷺ کو توجہ دلائی تو جھنڈا لے کر ان کے بیٹے کو دے دیا اور کہا جاؤ ابن عبادہ جاؤ! کہو آج جنگ کا دن نہیں ہے، آج رحمت عام کا دن ہے۔ آج کعبہ میں جنگ نہ ہوگی۔ آج کعبہ کو غلاف چڑھایا جائے گا۔ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔

رسول اکرمؐ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ قلب مبارک اپنے خدا کے فضل و احسان کے

بار سے جھک گیا۔ یہاں تک کہ سر اقدس اونٹ کے کجاوے سے جالگا۔ اہل مکہ گرفتار ہو کر سامنے پیش ہوتے ہیں۔ پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ جواب دیا کہ ہم بہادر ہیں آپ کے ساتھی اگر ہماری گرفت میں آتے تو ہم سب کو قتل کر ڈالتے اور یہی آپ کو بھی حق ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں قتل کروں؟۔ خدا نے تو اتنی بھی اجازت نہیں دی کہ تمہیں ملامت کروں۔

''آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ۔ تم ہر جرم و خطا سے بری ہو۔ آج تم پر کوئی گرفت نہیں!''

مشکیں کھول دی گئیں اور سب آزاد کر دیئے گئے۔ یہ تھی رحمت عالم کی شفقت لا انتہاء!

مورخ کہتا ہے کہ تین دن کے بعد اہل مکہ داخل ہوئے اور کہا کہ ہاتھ بڑھایئے تاکہ ہم اسلام لے آئیں۔ ارشاد ہوا کہ تین دن کے بعد کیوں آئے ہو جواب دیا کہ مشکیں کھولنے کے فوراً بعد ہی اسلام لے آتے تو دنیا کہتی مرعوب ہو کر ایسا کیا اور ہمیں یہ بھی دیکھنا تھا کہ دنیا کے دکھانے کیلئے تو درگزر نہیں کیا گیا ہے۔ مبادا۔ دھوکا ہی دیا گیا ہو۔ بعد میں پکڑ کر قتل کر دیا جائے۔ لیکن آج ہم مطمئن ہو کر آئے ہیں اور خوشی کے ساتھ اسلام قبول کر رہے ہیں۔

اسوۂ حسنہ کی جامعیت اور اجتماعیت: حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام نے بادشاہی کی اور حضرت موسیٰ نے فرعونی طاقت کے سامنے استقلال اور مردانگی کا مظاہرہ کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا (کہ ایک گال پر اگر کوئی تمہارے طمانچہ مارے تو دوسرا بھی پیش کر دو) رسول اکرمؐ نے دونوں چیزیں پیش کیں کہ بدلہ برابر کا لو۔ اگر معاف کر دو تو اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کام ہے لیکن زیادتی کسی حالت میں نہ کی جائے۔

آپ نے فرمایا کہ رہبانیت اور جوگی بننے کی اسلام میں ضرورت نہیں ہے۔ پہاڑ کی کھوہ میں عبادت کرنے والے سے وہ بہتر ہے جو بچوں میں رہ کر دنیاداری کے ساتھ خدا کو نہ بھولے۔ انسان کی تخلیق فطرت الٰہی پر ہوتی ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتا۔ اسلام نے جماعتی زندگی بخشی ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز، ایک ہی مہینہ میں روزوں کی اجتماعی طور پر تکمیل،

ایک ہی مہینہ میں فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی اور اسے اجتماعی طور پر بیت المال میں جمع کرنا، ایک ہی وقت میں اجتماعی طور پر حج کی ادائیگی۔ یہ سب اسلام کی بخشی ہوئی اجتماعی زندگی کے مظاہرے ہیں۔ میدان عرفات میں دنیا کے گوشے گوشے کے ہزاروں زبانیں بولنے والے آتے ہیں۔ لیکن وہاں ایک ہی زبان میں نماز پڑھتے ہیں۔ جس سے عالمگیر اجتماعیت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

اگر ہم جماعتی زندگی بنالیں تو عزت ورنہ رسوائی۔ اللہ کی رسی ایک ساتھ مل کر پکڑنے سے یہی مراد ہے کہ جماعتی زندگی بناؤ!

کاش ہم سب رسول پاک کی سیرۃ سے سبق لیں اور خدائے پاک ہم کو اور آپ کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

یادگار دن

(حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کا درج ذیل خطاب ۱۲ ربیع الاول کو آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہوا۔)

انسان ہمیشہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کی یادگار مناتا ہے۔ اپنی تاریخ کے اونچے سے اونچے رہنماؤں اور لیڈروں کی بادشاہوں اور شہنشاہوں، بہادروں اور جرنیلوں کی، باکمال ہنرمندوں اور اپنے وقت کے ہیرو کہلانے والوں کی یاد مناتا ہے۔ ان کے نام پر دن منائے جاتے ہیں مجلسیں اور محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ جلسے جلوس، تذکرے اور تقاریر کی رسوم ادا کی جاتی ہیں اور مرنے والوں کے اوصاف وکمالات کو یاد کر کے داد دی جاتی اور ان کے بقاء ودوام کی سبیل پیدا کی جاتی ہے۔

آج کا دن بھی ایک تاریخی جشن مسرت اور دنیائے انسانی کی ایک عظیم الشان یادگار

ہے۔لیکن یادگار جو اپنی آن اور شان میں دوسری یادگاروں سے نرالی اور انوکھی ہے۔

آج ہم اس برگزیدہ یعنی رسول خدا سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار منار ہے ہیں۔جن کی اقدس وارفع شخصیت، جن کی تعلیم ودعوت، قیادت وسیادت اور کمال انسانیت تاریخ عالم کی وہ زندہ جاوید یادگار ہے۔ جو اپنے کسی تذکرے یا یادگار کے منائے جانے کی محتاج نہیں ہے۔اگرچہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان کی یاد اور ان کا تذکرہ ہمارے لیے سرمایۂ سعادت اور آیۂ رحمت ہے۔

ابتدائے آفرینش سے آج تک دنیا میں بے شمار نامور انسان، ہزاروں ریفارمر اور مصلحین گزرے ہیں۔لیکن ایک ریفارمر اور ایک سچے نبی ورسول کے درمیان میں جو سب سے بڑا امتیاز ہوتا ہے۔وہ یہ کہ کسی مصلح، ریفارمر، لیڈر یا رہنما کے بہترین کیریکٹر کیلئے یہ وصف کافی سمجھا جاتا ہے کہ جس شعبۂ حیات میں وہ رہنمائی کررہا ہے۔اس میں اس کی اخلاقی برتری اور کردار وگفتار کی صفائی قابل تقلید ہو، باقی دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں کتنی ہی خامی، کمی اور کوتاہی کیوں نہ ہو، اس پر انگشت نمائی نہیں کی جاسکتی۔لیکن نبوت ورسالت کا منصب اس سے بالکل جدا اور بہت اعلیٰ وارفع ہے۔بالخصوص وہ مقدس ہستی جس کی رسالت ونبوت اپنی جلالت شان اور رفعت قدر کے لحاظ سے تمام انبیاء ورسل کیلئے بھی اسوہ اور معیار قرار پائی اس کیلئے ازبس ضروری تھا کہ اس کی خلوت جلوت اور زندگی کا ہر شعبہ اس درجے صاف، روشن اور کامل ومکمل ہو کہ نقص وعیب یا خامی وکمزوری کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوسکے۔

زندگی ایک کھلی کتاب: چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سن وسال کے اعتبار سے اگرچہ پونے چودہ سو سال کی طویل مدت گزر چکی ہے لیکن رسول اکرم سرور عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدس کا ایک ایک لمحہ اور زندگی کا ایک ایک ورق آج بھی ہمارے سامنے اسی طرح روشن ہے، جیسے آج ہی کی بات ہے۔ان کی خلوت اور ان کی جلوت، خانگی اور نجی زندگی بھی اور بیرونی

زندگی بھی۔ان کے معاملات واشغال بھی اوران کا رہن سہن بھی۔ان کا لین دین اوروضع قطع بھی ان کا قول وعمل یااخلاق وکردار بھی،غرض زندگی کا ہرشعبہ دنیا کی رہنمائی کیلئے آج بھی آفتاب عالم تاب کی طرح چمک رہا ہے۔

ولادت باسعادت سے لے کرزندگی کے آخری لمحات تک آپ کی سیرت پاک **لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنه** کا مرقع اور رشدوہدایت کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔

آپ کے بچپن کی تاریخ دیکھئے تو دنیا کے عام بچوں کی طرح کھیل کود، سیروتماشہ،لغویات اور بے ہودگیوں اورطفلانہ حرکات ومشاغل کی جگہ سنجیدگی ومتانت،کرامت نفس وشرافت،طہارت ولطافت اور برمحل افکارواشغال کا ایک حیرت انگیز اورقابل تقلید نمونہ آپ کو ملے گا۔

آگے بڑھیےاور نبی کریم ﷺ کے عہد شباب کا مطالعہ کیجئے۔ایک انسان کی زندگی میں جوانی کا دورسب سے نازک دور ہوتا ہے۔لیکن جب آپ محمدعربی فداہ روحی ابی وامی کی سیرت کے اس دور کے ابواب پڑھیں گےتو حیرت ہوگی۔یہ دیکھ کرکہ وہاں بھی عام انسانی سطح سے بہت بلند،اور غلط جذبات ورجحانات سے بالکل الگ،حلم بردباری،پیرانہ فراست ودانش مندی،ریاضت وتزکیہ نفس اورمخلوق خدا کی خدمت کا ایک قیمتی سلسلہ ہے۔جوشب وروز کا عام مشغلہ اورصبح سے شام تک کا کاروبار ہے

اورسب سے آخرمیں نبی کریمؐ کے عہد پیری کا مطالعہ کریں گےتو دیکھیں گے کہ سیرت پاک کے آخری تیئس سال اس عظیم الشان انقلاب کی تاریخ ہیں،جوآپ کی حیات مقدسہ کا مقصدومنتہا ہے۔

دورجاہلیت سے عہدجہانبانی تک: خاتم الانبیاء سرکار دوعالم ،رسول

اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ایک ایسی سرزمین، ایک ایسے گھرانے اور ایک ایسی قوم میں ہوئی جہاں تعلیم، تہذیب، تمدن غرض ارتقائے انسانی کے ذرائع مفقود و ناپید تھے۔ آپ کی ذات مبارک اس عالم میں وجود میں آئی کہ باپ کا دست شفقت شروع سے دیکھا ہی نہیں اور چند سال بعد ہی ماں کے آغوش محبت سے محروم ہو گئے۔ لیکن تاریخ ماضی کے اوراق شاہد ہیں کہ دنیوی اسباب و ذرائع سے یکسر محرومی کے باوجود آپ نے ایک بن کھیتی کی سرزمین میں رہ کر نہ صرف ایک غیر مہذب اور غیر متمدن قوم کو انسانیت عظمیٰ کے بلند درجہ پر پہنچایا اور گلہ بانوں اور ساربانوں کو جہاں بانی اور انسانی قیادت و سیادت کے جوہر بخشے۔ بلکہ ٹھیک ایسے وقت میں جب کہ کفر و شرک، ظلم و عدوان، زیردستوں کی مظلومیت اور زبردستوں کا تشدد اور زندگی کی ہر شاخ میں افراط و تفریط کی تاریکیاں دنیا پر چھائی ہوئی تھیں۔ آپ نے عدل و انصاف، توحید الٰہی، خدمت خلق اور ہمدردی عالم کی روشنی دنیا کو دکھلائی۔ اور کائنات مذاہب و ملل میں ایک ایسا پاک اور عظیم الشان انقلاب پیدا کیا جس نے مذہب، سیاست، معیشت، معاشرت غرض دنیا کی چلتی پھرتی اور متحرک زندگی میں جہالت و تاریکی کو فنا کر کے روشن و تاباں آفتاب حقیقت کی طرف رہنمائی کی۔

آپ نے مذہب کی بنیاد خدا پرستی اور عقل و شعور کی افادیت پر رکھی۔ انسانوں کو انسان کی غلامی سے نکال کر خدا کی دی ہوئی صداقت ''کلام الٰہی'' کی روشنی میں آزادی بخشی۔ آپ نے ظلم و تعدی کو عدل و انصاف سے، تحکم و استبداد کو جمہوریت و شورائیت سے، انسانوں کی باہمی کشمکش اور طبقاتی جنگ کو تعاون و مساوات اور اخوت و ہمدردی سے کفر و جہالت کو خدا پرستی و توحید الٰہی سے بدل کر دنیا کا نقشہ ہی کچھ سے کچھ بنا دیا۔

آپ نے ایک طرف اس دور کے پھیلے ہوئے فسق و فجور، ظلم و جور اور جوع الارض کی شخصی حکومتوں کے تختے الٹ کر انسانوں کو عدل و مساوات کی قدر و عظمت بخشی، اور دوسری طرف

سادگی اور غربت ومسکنت کو اپنا طغرائے امتیاز بنایا۔ چنانچہ آپ کی پوری زندگی میں آپ کا لباس پیوند لگے ہوئے کپڑے، آپ کا بستر پرانی کھال کا ایک نمدہ اور خدا کا بچھایا ہوا فرش زمین،، آپ کا مکان ومحل کھجور کی ٹٹیوں کا ایک چھوٹا سا حجرہ اور آپ کی غذا جو کی روٹی، کچھ کھجوریں اور پانی کا ایک پیالہ رہی۔ اسی سادگی اور مسکنت کے عالم میں آپ نے خدا کے بھروسے اور اپنے دست بازو کے بل پر جائز وحلال روزی بھی کمائی، بکریاں بھی چرائیں اور شام کے بازاروں میں تجارت بھی کی اور دوسری طرف قوم وقبائل کے نزاعات کے وہ فیصلے بھی کئے جو عدل وانصاف کے نادر نمونے کہے جاسکتے ہیں۔ آپ کی دیانت وصداقت کا یہ عالم تھا کہ قوم نے امین اور صادق کے لقب سے یاد کیا اور آپ کے دشمنوں نے بھی اپنی امانتوں کو محفوظ رکھنے کیلئے آپ ہی کی دیانت اور آپ کی ذات مقدس پر اطمینان کیا۔

آپ ہی کی ذات ستودہ صفات ہے جو انسانی عفت وپاکدامنی، اعتدال ومیانہ روی اخلاق وکردار کی صفائی اور محاسن انسان کا مکمل ترین نمونہ اور انسانیت کے عروج وکمال کی سب سے اعلیٰ مثال ہے۔ خود لسان نبوت کا ارشاد ہے۔ "**بعثت لا تمم مکارم اخلاق**" میں دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہوں تا کہ اخلاق کے حسن ومکارم کی تکمیل کردوں اور مکارم اخلاق کی ایک زندہ جاوید یادگار دنیا کے سامنے چھوڑ جاؤں۔ چنانچہ آپ کا لایا ہوا وہ پیغام جو انسان کو حقیقت اور سچائی کی راہ دکھاتا ہے۔ اسی اعلیٰ مشن کی تعبیر اور آپ کی سیرت پاک، اسکی عملی تفسیر ہے۔

سرچشمہ ہدایت: ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریمؐ کی تعلیمات رشد وہدایت کے وہ سرچشمے ہیں جو ہمیں انسانیت اخوت ومحبت، حق گوئی وحق پرستی، ظلم سے درگزر اور مخلوق خدا کے ساتھ حسن سلوک، مواسات و بھائی چارہ اور ہمدردی وغم خواری، زبردست و بے نوا کی مدد اور تعدی دست درازی کے انسداد کے وہ اعلیٰ اصول بتلاتی ہیں۔ جو دنیا میں ہمیشہ انسانی سوسائٹی کی فلاح وبہبود کیلئے لازمی اور بنیادی اصول ہیں۔ ساڑھے تیرہ یا پونے چودہ سو سال گزر چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ

الصلوۃ والتسلیم نے مکہ کی پہاڑیوں سے اپنی آواز دنیا کو سنائی تھی لیکن وہ آج بھی دنیا میں اسی طرح گونج رہی ہے۔اس لیے یہی حق وصداقت کی وہ آواز ہے۔ جو کبھی فنا نہیں ہو سکتی اور یہی وہ پیغام ہے جو انسان کو انسانیت اور اخوت و محبت کی راہ بتلاتی ہے۔

کوئی شبہ نہیں کہ اس پیغام محبت کا لانے والا اور عالم انسانی کو فلاح و بہبودی کی راہ بتانے والا دنیائے انسانیت کا سب سے بڑا محسن تھا اور آج کا دن جبکہ ہم محسن اعظم کی یادگار منا رہے ہیں تمام عالم کیلئے مسرت کا دن ہے۔

وما ارسلنا ک الا رحمة للعالمین. اللّٰهم صل علیه وعلی آله واصحابه اجمعین.

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی دستیاب مطبوعات

دین کے معاشی نظام میں محنت کی قدر و قیمت	مفتی عبدالخالق آزاد
اجتماعی مسائل کا ولی اللّٰہی حل	جناب مقبول عالم (بی اے)
شعوری تقاضے	مولانا شوکت اللہ انصاری
جدوجہد اور نوجوان	شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ
اسلام کا اقتصادی نظام ایک تقابلی جائزہ	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
ولی اللّٰہی تحریک	مولانا سید محمد میاںؒ
امام شاہ عبدالعزیزؒ افکار اور خدمات	مولانا سید محمد میاںؒ
نظام کیا ہے؟	مفتی عبدالخالق آزاد
فرد اور اجتماعیت	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
عبادت و خلافت	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
حضرت مولانا محمد الیاس کا تصور دین	مفتی سعید الرحمٰن
غلبہ دین اور عبادات	چوہدری افضل حق مرحوم
ثناء خداوندی	چوہدری افضل حق مرحوم
جدوجہد آزادی کا راہنما ادارہ	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
دینی تمدن کی تشکیل نو	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
استعماری مظالم اور ملی تقاضے	شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ
شریعت، طریقت اور سیاست	مولانا محمد الیاس دہلویؒ مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
قرآنی دعوت انقلاب	مولانا عبیداللہ سندھیؒ
دین اور حکومت	مولانا سید سلیمان ندوی
تبدیلی نظام کا ولی اللّٰہی نظریہ	مفتی عبدالخالق آزاد
آزادی	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
ولی اللّٰہی نظام فکر کی عصری اہمیت	مولانا بشیر احمد لدھیانوی
دین وحدت	مولانا سید سلیمان ندوی
ولی اللّٰہی جماعت کا انقلابی کردار اور ہماری ذمہ داریاں	مفتی عبدالخالق آزاد
آزاد قومی پالیسی کا خاکہ	مولانا سید محمد میاںؒ
عزیمت (۴)	(ادارہ)
عزیمت (۲)	(ادارہ)
مولانا سندھیؒ کا ایک اہم مکتوب	(ادارہ)
جہاد کیا ہے؟	مولانا سید سلیمان ندوی
شاہ عبدالعزیز رائے پوری اور ان کے جانشین	مفتی عبدالخالق آزاد
خانقاہ رائے پور	مفتی عبدالخالق آزاد
عزیمت (۳)	(ادارہ)
غلبہ دین اور اس کے اجتماعی تقاضے	مولانا مختار حسن
تقویٰ کیا ہے؟	مولانا عبیداللہ سندھیؒ
دین حق اور برصغیر کا سامراجی نظام تعلیم	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
ترقی کا مادی تصور	مفتی سعید الرحمٰن
عدم تشدد کی حکمت عملی (اسوۂ حسنہ کا ایک مطالعہ)	مفتی سعید الرحمٰن
عزیمت (۵)	(ادارہ)
تبدیلی نظام کیوں اور کیسے	مفتی عبدالخالق آزاد
ولی اللّٰہی فکر کا تاریخی تسلسل	مولانا عبیداللہ سندھیؒ
اسلام اور گروہیت	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
سماجی تبدیلی کی حکمت عملی	مفتی سعید الرحمٰن

پوسٹ بکس نمبر 938 پوسٹ آفس گلگشت ملتان